# مرثیہ در احوالِ بعدِ شہادتِ حضرت امام حسینؑ

(۱۱۰ ر بند)

انیس العصر سید ابن الحسینؑ مہدی نظمیؔ اجتہادی

(۱)

مقتلِ شہ سے ہوا خون بداماں آئی
بیکسی خاک بسر ، چاک گریباں آئی
ہر مصیبت کی گھڑی بال پریشاں آئی
پرسہ دینے کے لئے شامِ غریباں آئی
قتل ، شبیرؑ ہوئے خون کی برسات ہوئی
رن میں عاشور کا دن ختم ہوا رات ہوئی

(۲)

جل گئی بارگہِ آلِ پیمبرؐ ہے ہے
لٹ گئے اہلِ حرم چھن گئی چادر ہے ہے
کوئی ناصر نہ مدد گار نہ یاور ہے ہے
مر گئے دشت میں اک ساتھ بہتر ہے ہے
خون میں غرق ہوئے خاک میں روپوش ہوئے
جو چراغِ شہِ کونین تھے خاموش ہوئے

(۳)

خونِ ناحق کے بیاباں میں برس کر بادل
بھر گئے عمرِ سفیرانِ حرم کے چھاگل
چاند نے ڈالا ہے چہرے پہ گہن کا آنچل
ظلمتِ شب کے پسِ پردہ چھپا ہے جنگل
کروٹیں لیتی ہیں لہریں دلِ مضطر کی طرح
ساحلِ علقمہ خاموش ہے پتھر کی طرح

(۴)

فوج کے کالے علم رات کا کالا آنچل
خونِ مظلوم میں ڈوبی ہوئی خاکِ مقتل
جلتے خیموں کا دھواں ، آگ کے شعلے ، جنگل
سنسنی ، زلزلے ، ہیجان ، تلاطم ، ہلچل
آنکھ میں اشک کی ہر موج لہو لاتی ہے
پیاس کے مارے جگر جلنے کی بو آتی ہے

(۵)

غم سے مرجھائے ہوئے یاس سے اترے چہرے
اشکِ پُرسوز سے دھوئے ہوئے ستھرے چہرے
صبر کا آئینہ ، تسلیم کے نکھرے چہرے
چشمِ احساس میں چبھتے ہوئے فقرے چہرے
جب کوئی دشمنِ دیں سمتِ حرم آتا ہے
پردہ بکھرے ہوئے بالوں سے کیا جاتا ہے

(۶)

بے ردا فرقِ حرم ، سر پہ دھوئیں کی چادر
خیمے جلنے کے سبب خاکِ تپاں کا بستر
کوئی زہراؑ کی بہو کوئی نبیؐ کی دختر
کوئی شبیرؑ کی بیٹی کوئی بنتِ حیدرؑ
غم کا یارا بھی نہیں ضبط کا پہلو بھی نہیں
اتنا روئے ہیں کہ اب آنکھ میں آنسو بھی نہیں

(۷)

ماتمی رات ، وہ سناٹا ، وہ ، ہو کا عالم
کہکشاں بال پریشاں ہے ستارے برہم
بے کفن پیاسوں کی لاشوں پہ ہے گریاں شبنم
بن میں سر پیٹ کے کرتے ہیں بگولے ماتم
سنسناتی ہوئی جب بن سے ہوا آتی ہے
نیند سوئے ہوئے بچوں کی اچٹ جاتی ہے

(۸)

وہ شبِ تار ، وہ سنسان بیاباں کا سماں
وہ پیمبرؐ کے خزاں دیدہ گلستاں کا سماں
پیاسے بچوں کا سماں روئے یتیماں کا سماں
سامنے آنکھوں کے وہ گنجِ شہیداں کا سماں
یاد جب آتی ہے عباسؑ کی پانی کے لئے
اشک بچوں کے مچلتے ہیں روانی کے لئے

(۹)

ہر طرف بن میں ستمگاروں کا انبوہِ کثیر
ظلم میں ایسے ،نہیں جن کی زمانے میں نظیر
شاد ہیں کر کے پیمبرؐ کے گھرانے کو اسیر
ہو گئیں دین کی شہزادیاں جنگل میں فقیر
لٹ گئے وہ جو خدائی کو تونگر کر دیں
آئیں جبریل تو کشکولِ گدائی بھر دیں

(۱۰)

خانۂ احمدِؐ مختار کا ویراں ہونا
ایک ہی دن میں گلستاں کا بیاباں ہونا
خولی و شمر و بنِ سعد کا شاداں ہونا
لشکرِ شام کے خیموں میں چراغاں ہونا
گردشِ جام ہے ہر ظلم کے بانی کے لئے
بچے شبیرؑ کے محتاج ہیں پانی کے لئے

(۱۱)

خوف میں ڈوبا ہوا دشتِ ستم کا منظر
درمیاں بچوں کے بیٹھی ہے علیؑ کی دختر
پیاس کے مارے یتیمانِ شہِ تشنہ جگر
سوئے ہیں خاک پہ تھوڑی سی تسلی پا کر
یہ دعا کرتی ہیں زینبؑ کہ نہ روئیں بچے
سو گئے ہیں تو ذرا دیر تو سوئیں بچے

(۱۲)

دیکھ کر دور پہ کچھ مشعلیں لانے والے
سوچا زینبؑ نے کہ یہ کون ہیں آنے والے
کیا نیا فتنہ ستمگر ہیں اٹھانے والے
آ رہے ہیں ہمیں کیا زندہ جلانے والے
عزمِ عباسِ علیؑ دل میں جگا کر اٹھیں
خاک سے اٹھیں تو تلوار اٹھا کر اٹھیں

(۱۳)

آگے بڑھ کر یہ پکاریں کہ خبر دار رہو
اب اِدھر خواہرِ عباسؑ ہے ہشیار رہو
تیغ رکھتے ہو تو آمادۂ پیکار رہو
جنگ درکار ہے گر جنگ کو تیار رہو
یہ شریعت کا تقاضا ہے مناسب ہے جہاد
ایسے ہنگام میں عورت پہ بھی واجب ہے جہاد

(۱۴)

یہ نہ سمجھو کہ جہاں میں شہِ مظلوم نہیں
ظلم باقی ہے اگر ، صبر بھی معدوم نہیں
سب مشیت پہ ہیں راضی کوئی مغموم نہیں
میں بھی بیٹی ہوں علیؑ کی تمہیں معلوم نہیں
سارے جنگل میں لہو برسے گا آفت ہوگی
میں نے تلوار چلائی تو قیامت ہوگی

(۱۵)

زوجۂ حُر نے فغاں کر کے کہا اے بی بی
جاں نثارِ شہِ مظلوم کی میں ہوں لونڈی
پرسہ دینے کے لئے آئی ہوں اے بنت نبیؐ
واسطے بچوں کے میں لائی ہوں ٹھنڈا پانی
میں سمجھتی ہوں کہ یہ وقتِ خور و نوش نہیں
پھر بھی یہ پیاس ہے بچوں کو کوئی ہوش نہیں

(۱۶)

زوجۂ حر کا بیاں سن کے نبیؐ کی دخترؑ
اپنی جا اور ہوئی رنج و الم سے مضطر
باپ کے ہاتھ کی تلوار زمیں پر رکھ کر
پیٹ کے سر کو یہ کہنے لگی بنتِ حیدرؑ
یاد ماں جائے کی ہے تشنہ دہانی مجھ کو
نام پانی کا نہ لو زہر ہے پانی مجھ کو

(۱۷)

سن کے زینبؑ کی فغاں بولی یہ حُر کی زوجہ
آپ کا غم بھی درست آپ کا صدمہ بھی بجا
آپ پانی نہ پئیں میں نے یہ مانا ، اچھا
تین دن ہو چکے بے آب ہے بچہ بچہ
آپ ہیں صابر و مظلوم کی خواہر بی بی
پانی بچوں کو پلا دیجے جگا کر بی بی

(۱۸)

تھامیۓ آنکھوں سے اشکوں کی روانی بی بی
ان صغیروں کو پلا دیجئے پانی بی بی
اب نہیں تابِ غمِ تشنہ دہانی بی بی
پیاسے بچے ہیں شہیدوں کی نشانی بی بی
پیاس میں عالمِ فانی سے گذر جائیں گے
اب ہوئی دیر تو یہ بچے بھی مر جائیں گے

(۱۹)

کیسے سمجھاؤں کہ ہیں آپ عقیل و دانا
بچے اب اور سہیں پیاس کا کتنا صدمہ
واقعہ آپ کو ہرگز نہ یہ بھولا ہوگا
پیاس تھی ، حُرؑ کا رسالہ تھا ، نبیؐ زادہ تھا
منظرِ جود و سخا فاطمہؑ کے جانی کا
آپ کو واسطہ دیتی ہوں اسی پانی کا

(۲۰)

نیند میں چونک کے اک بار سکینہؑ جاگیں
حلق میں پیاس کا چبھنے لگا کانٹا جاگیں
باپ کی یاد نے تڑپا کے جگایا جاگیں
خواب میں صورتِ عباسؑ کو دیکھا جاگیں
بولیں زینبؑ سے پئے تشنہ دہانی دیکھا
اے پھوپھی میں نے ابھی خواب میں پانی دیکھا

(۲۱)

رو کے زینبؑ نے کہا آؤ سکینہؑ آؤ
تشنہ لب بچے جو سوتے ہوں جگا کر لاؤ
خواب کی اپنے یہ تعبیر خدا سے پاؤ
مشک حاضر ہے جہاں چاہو وہاں لے جاؤ
اپنے مہمانِ فداکار کی تعظیم کرو
زوجۂ حر کو یہاں آن کے تسلیم کرو

(۲۲)

خستہ تن ، ناتواں ، غمگین و حزین و مضطر
آئی زینبؑ کے قریں کشتۂ حق کی دختر
حر کی زوجہ کی طرف دیکھ کے وہ نیک سیر
لائی تسلیم بجا شدتِ غم میں جھک کر
زوجۂ حرؑ نے دعا دی کی سلامت رہیۓ
عمر بھر صاحبِ اقبال و وجاہت رہیۓ

(۲۳)

دیکھا پانی کو تو کچھ اور بڑھا دردِ جگر
یاد آنے لگی خشکیدہ زبانِ اصغر
اپنا غم بھول گئی بھائی کے غم میں خواہر
آبخورے میں بھرا مشک سے پانی روکر
تشنگی بھائی کی صحرا میں بجھانے کے لئے
پیاسی ہمشیر چلی پانی پلانے کے لئے

(۲۴)

چشمِ معصوم سے اشکوں کو بہا کر دوڑیں
بھائی کی یاد کو سینہ سے لگا کر دوڑیں
روکا زینب نے تو دامن کو چھڑا کر دوڑیں
ہاتھ میں کوزۂ لبریز اٹھا کر دوڑیں
رو کے فرمایا کہ نازک وہ گلِ تر ہے بہت
اے پھوپھی دشت میں پیاسا علی اصغرؑ ہے بہت

(۲۵)

یہ فغاں سن کے بصد رنج و الم رونے لگے
مضطرب اور ہوئے صاحبِ غم رونے لگے
ساتھ بانو کے اسیرانِ ستم رونے لگے
یاد بیشیر میں سب اہلِ حرم رونے لگے
رات آلام کی جنگل میں بلک کر گذری
صبح کی پہلی کرن سر کو پٹک کر گذری

(۲۶)

فوج نے کوچ کا نقارہ بجایا اک بار
ساز و سامانِ سفر کرنے لگے بد اطوار
طوق و زنجیر کو پہنے ہوئے بیمار و نزار
تھام کر اپنی عصا خاک سے اٹھا ناچار
بولا زینبؑ سے شہیدوں پہ ذرا سا رو لیں
آیئے ہم بھی تو سب اپنوں سے رخصت ہو لیں

(۲۷)

مقتلِ بادشہ کون و مکاں تک چلیئے
لاشۂ دلبر خاتون جناں تک چلیئے
خون ہی خون ہے جنگل میں جہاں تک چلیئے
سامنے گنج شہیداں ہے وہاں تک چلیئے
جو میسر نہیں اس صبر سے دامن بھر لیں
پائے شبیرؑ سے مس اپنی جبینیں کر لیں

(۲۸)

طنز کے زخم ہمیں کھانا ہے تیروں کی طرح
ہم کو کرنا ہے بسر غم میں فقیروں کی طرح
صبر کے خط کھینچیں پتھر کی لکیروں کی طرح
ہم کو زندانوں میں رہنا ہے اسیروں کی طرح
مثلِ بنیادِ حرم پختہ ارادہ نکلے
کم رہے جور و ستم ، صبر زیادہ نکلے

(۲۹)

بھائی کی لاش پہ روتی ہوئی خواہر آئی
دل سنبھالے ہوئے بے مقنع و چادر آئی
ہر قدم راہ میں کھاتی ہوئی ٹھوکر آئی
لفظ ناپید ہیں کیا کہیئے کہ کیونکر آئی
بولی بے بس ہوں کہ بس میں دلِ مضطر بھی نہیں
اے مرے بھائی کفن دینے کو چادر بھی نہیں

(۳۰)

ظلم ہے جور ہے جلاد ہیں تعزیریں ہیں
پائے سجاد میں جکڑی ہوئی زنجیریں ہیں
تازیانے ہیں لچکتی ہوئی شمشیریں ہیں
نامِ اسلام مٹا دینے کی تدبیریں ہیں
میرا اعلان ہے یہ نام رہے گا باقی
قید خانوں میں بھی اسلام رہے گی باقی

(۳۱)

حق کو باطل کے تشدد سے بچانے کے لئے
خیر اور شر کو الگ کر کے دکھانے کے لئے
شوکتِ دینِ پیمبرؐ کو بڑھانے کے لئے
کیا ہے اسلام زمانے کو بتانے کے لئے
نذرِ آزار و گرفتارِ مصیبت ہونے
دشت میں آئی ہوں میں آپ سے رخصت ہونے

(۳۲)

ظلم کی ہوگی رسن میری کلائی ہوگی
غم سے چھوٹوں گی نہ آفت سے رہائی ہوگی
پھر بھی باطل نے شکست ایسی نہ کھائی ہوگی
ان بندھے ہاتھوں سے کوفے میں لڑائی ہوگی
چشمِ غمناک سے یوں صبر کا مینھ برسے گا
عمر بھر شمر بھی پانی کے لئے ترسے گا

(۳۳)

یہ نظارہ نہ بنِ سعد نے دیکھا ہوگا
صبر کی آگ میں جلتا ہوا کوفہ ہوگا
میری آنکھوں میں مرے بھائی کا چہرہ ہوگا
جو بھی عباسؑ کا قاتل ہے وہ پیاسا ہوگا
صبر کی ظلم سے پیکار چلے گی بھائی
اب مرے ہاتھ کی تلوار چلے گی بھائی

(۳۴)

میں بھی ٹھانے ہوں کہ یہ جنگ ابھی اور چلے
آپ کے بعد لڑائی کا نیا دور چلے
شر کی ہر رسم اٹھے خیر کا ہر طور چلے
دہر میں اب نہ کہیں قافلۂ جور چلے
صبر کی تیغ اٹھاتی ہوں جری ہوں میں بھی
سایۂ حیدرِؑ صفدر میں پلی ہوں میں بھی

(۳۵)

آئی ہوں شہرِ جفا کار میں جانے کے لئے
والیٔ شام کے دربار میں جانے کے لئے
چھالے لے کر رہِ پرخار میں جانے کے لئے
بے ردا کوچہ و بازار میں جانے کے لئے
بھائی کے سر کی قسم صبر میں ناکام نہیں
تختِ شاہی نہ الٹ دوں تو مرا نام نہیں

(۳۶)

نالۂ غم سے زمانے کو جگانا ہے مجھے
بادشاہی کے تصور کو مٹانا ہے مجھے
ضرب کاری سرِ ظالم پہ لگانا ہے مجھے
قیدخانے کو عزا خانہ بنانا ہے مجھے
اب چراغِ غمِ شبیرؑ نہ مدھم ہوگا
تعزیہ اٹھیں گے ہر دیس میں ماتم ہوگا

(۳۷)

اذن دیجے کہ علم حق کا اٹھا کر پلٹوں
صبر کی تیغ کا اعجاز دکھا کر پلٹوں
فرقِ مغرور کی دستار گرا کر پلٹوں
کربلا شام کا دربار بنا کر پلٹوں
سانس سینے میں گھٹے غم کی روانی مانگے
خود یزید اپنی ہی تلوار سے پانی مانگے

(۳۸)

بن میں لٹوا کے پیمبرؐ کا چمن جاتی ہوں
داغِ دل لے کے بصد رنج و محن جاتی ہوں
چھوڑ کر لاشۂ بے گور و کفن جاتی ہوں
قید ہوں، ہاتھوں کی کھنچتی ہے رسن جاتی ہوں
اے مرے تشنہ دہن صابر و شاکر بھائی
وقتِ رخصت ہے خدا حافظ و ناصر بھائی

(۳۹)

راشدِ یثرب و بطحا کے رشیدوں کو سلام
خانۂ آلِ پیمبرؐ کے سعیدوں کا سلام
نازشِ حمد ہیں جو ، ایسے حمیدوں کو سلام
بے وطن ، بے کفن و گور شہیدوں کو سلام
رشتۂ غم□ میں دُرِ اشک پروتی زینبؑ
وقت ہوتا تو تمہیں بیٹھ کے روتی زینبؑ

(۴۰)

الوداع اے شہِ مرداں کے جگر بند حسینؑ
الوداع اے شہِ ابرار کے فرزند حسینؑ
الوداع اے شہِ دانا و خردمند حسینؑ
الوداع اے بنیؑ آدم کے خداوند حسینؑ
ضوفگن سر ہے شفق زار کی سج دھج جیسے
ایک نیزہ پہ اتر آیا ہے سورج جیسے

(۴۱)

دیکھ کر دشت میں بے ہودج و محمل ناقہ
بولی زینبؐ کہ ہے مظلوم کے قابل ناقہ
یاس و حسرت میں تپاں صورتِ بسمل ناقہ
مضطرب غم سے ہے مانندِ رگِ دل ناقہ
حسن ہے رف رفِ کاشانۂ رضواں کی طرح
رنگ ہے ناقۂ پیغمبرؐ دوراں کی طرح

(۴۲)

خم ہے گردن میں خمِ گردن مینا کی طرح
آنکھ میں حسن گلِ نرگسِ شہلا کی طرح
قامتِ پیکرِ نازک قدِ رعنا کی طرح
حسن صورت کو ملا صورتِ لیلیٰ کی طرح
جلوۂ لوحِ جبیں صبح کا تارا جیسے
نقشِ ابرو کہ خطِ ساغرِ صہبا جیسے

(۴۳)

تیز رفتار کہ دریا کی روانی کہئے
وہ سبک گام کہ بہتا ہوا پانی کہئے
خوئے نازک کو نزاکت کی نشانی کہئے
شوخیاں کہتی ہیں نوخیز جوانی کہئے
اپنی منزل پہ یہ آواز سے پہلے پہنچے
طائرِ فکر کی پرواز سے پہلے پہنچے

(۴۴)

پوست کا رنگ ہے وہ رنگ کہ جیسے سرخاب
جس کی نرمی کا نہ دے مخمل و دیبا بھی جواب
حسن ، کوہان کا جیسے کہ سمندر کا حباب
شاخ پر جیسے کہ کھلتا ہے گلستاں میں گلاب
نقش ، صناعٔ فطرت کا عیاں ہوتا ہے
اس قدر گول کی گنبد کا گماں ہوتا ہے

(۴۵)

دشت پیمائیاں صحرا کے بگولوں کی طرح
نرمیاں پاؤں کے تلووں میں ہیں پھولوں کی طرح
پنڈلیاں سخت ہیں ایماں کے اصولوں کی طرح
خوئے تسلیم کا حامل ہے رسولوں کی طرح
راہ چلتا ہے بڑی شان سے بن میں تن کر
آج پایا ہے شرف ناقۂ زینبؑ بن کر

(۴۶)

قافلہ، آلِ پیمبرؐ کا روانہ ہونا
کربلا چھوٹنا کہرام کا برپا ہونا
چشمِ حسرت سے رواں اشکوں کا دریا ہونا
دُرّے کھانا وہ بلکنا وہ طپیدہ ہونا
ساربانی کے لئے عابدؑ بیمار چلا
کبھی بیٹھا کبھی اٹھا کبھی ناچار چلا

(۴۷)

راستہ چھوڑ کے استادہ ہے انبوہِ کثیر
ذکر ہے جیت گیا جنگ میں کوفے کا امیر
والیٔ شام کے باغی ہوئے جنگل میں فقیر
ہے خبر گرم کہ آتے ہیں لڑائی کے اسیر
باجے بجتے ہیں گلی کوچوں میں بازاروں میں
آج تقریبِ مسرت ہے ستمگاروں میں

(۴۸)

حکم ہے شہر میں ہر سمت چراغاں کر دو
ہر گلی کوچہ کو صد رشکِ گلستاں کر دو
والیٔ شام کی توقیر نمایاں کر دو
رعبِ شاہی سے اسیروں کو ہراساں کر دو
کوئی خاطر نہ کرے کوئی مدارات نہ ہو
ہاں خبر دار اسیروں سے کوئی بات نہ ہو

(۴۹)

شہرِ کوفہ میں ہوا داخلۂ اہلِ حرم
بال بکھرائے ہیں چہروں پہ اسیرانِ ستم
پیاس سے سوکھے ہوئے ہونٹھ ہیں آنکھیں پرنم
یہ ضعیفی ہے کہ اٹھتا نہیں اب بارِ الم
فوج آگے ہے پیمبرؐ کے حرم پیچھے ہیں
پیش رو ظلم ہے اربابِ کرم پیچھے ہیں

(۵۰)

بولیں زینبؑ کہ اسیروں کا تماشا کر لو
عترتِ مرسلِؐ اسلام کو رسوا کر لو
دین کو بھول کے دنیا کی تمنا کر لو
فرقِ شبیرؑ کا نیزے پہ نظارا کر لو
مجھ کو باغی نہ کہو دخترِ حیدرؑ میں ہوں
تم مسلمان ہو اور بنتِ پیمبرؐ میں ہوں

(۵۱)

ہم کو حاصل ہے محمدؐ سے جہاں میں عزت
حق نے بھیجے ہیں ہمیں خلد سے خوانِ نعمت
ہم کو قرآن سے بخشی ہے خدا نے عظمت
آئی ہے آیۂ تطہیر ہماری نسبت
حق کا دم بندشِ زنجیر سے کب گھٹتا ہے
جس کو اللہ شرف دے وہ کہاں لٹتا ہے

(۵۲)

ہاں اسی شہر میں مارے گئے اصحابِ علیؑ
ہر طرف ظلم کے موجود ہیں آثارِ جلی
ہاں اسی شہر میں مضروب ہوا حق کا ولی
تیغ قاتل کی اسی شہر کی مسجد میں چلی
ہر زمانے میں یہاں صید ہوئے ہیں ہم لوگ
کس کو حیرت ہیں اگر قید ہوئے ہیں ہم لوگ

(۵۳)

جو مسلمان ہے وہ حق کی طرف ملتا ہے
دین پر آنچ جو آئے تو ہدف ملتا ہے
ہم کو اسلام سے اعزاز و شرف ملتا ہے
تم کو کوفہ تو ہمیں شہرِ نجف ملتا ہے
جو خدا دیتا ہے وہ رتبۂ شاہی دوگے
تم اذانوں میں محمدؐ کی گواہی دوگے

(۵۴)

ہم نے جاری کئے احکام، شریعت کے لئے
ہم نے نافذ کیا قانون، ہدایت کے لئے
ہم نے مسجد کی بنا رکھی، عبادت کے لئے
ہم نے سر پیش کئے، رسمِ شہادت کے لئے
ہم سے اسلام بھی قرآن بھی پایا تم نے
پھر بھی، جب مل گئے ہم، خون بہایا تم نے

(۵۵)

کون ہے شیرِ خدا کون ہے نفسِ مرسلؑ
کس نے کی مذہبِ توحید کی روشن مشعل
کس نے آباد کئے اہلِ جفا کے مقتل
کس کے دامن سے بندھا بنتِ نبیؐ کا آنچل
شان، حیدرؑ سے زمانے میں بڑی ہے کس کی
نال تک خانۂ کعبہ میں گڑی ہے جس کی

(۵۶)

جو نسب میرا ہے دنیا پہ عیاں ہے لوگو
میرا ہی جد تو شہنشاہِ زماں ہے لوگو
میرا ہی باپ تو مولائے جہاں ہے لوگو
میری ہی ماں ہے جو خاتونِ جناں ہے لوگو
کس کا دادا ابوطالبؑ ہے بتاؤ تو سہی
حوصلہ ہو تو مرے سامنے آؤ تو سہی

(۵۷)

ایک بھائی ہے حسنؑ صاحبِ معراج کا چین
ایک بھائی کا مرے اسم گرامی ہے حسین
فاتحِ بدر کا دل قوتِ ضرغامِ حنین
پر تَوِ نورِ خدا نقشِ رسولِ کونین
آنکھیں رکھتے ہو تو آنکھوں سے مکرر دیکھو
نوکِ نیزہ پہ سرِ سبطِ پیمبرؐ دیکھو

(۵۸)

ہادیٔ دیں ہے حسنؑ دین کا رہبر ہے حسینؑ
شانِ مرسل ہے حسنؑ شوکتِ حیدرؑ ہے حسینؑ
روحِ قرآں ہے حسنؑ روحِ پیمبرؐ ہے حسینؑ
کشتۂ سم ہے حسنؑ کشتۂ خنجر ہے حسینؑ
صلح کرتا ہے کوئی کوئی وغا کرتا ہے
میرا ہر بھائی زمانے کا بھلا کرتا ہے

(۵۹)

حسنِ کردار ہے بیداریٔ احساس کا نام
سنگ ریزوں کو کہاں ملتا ہے الماس کا نام
جب بھی لیتا ہے زمانے میں کوئی پیاس کا نام
موج دریا سے ابل پڑتا ہے عباسؑ کا نام
دہر میں مشک و علم وجہِ تسلی ہوگا
لفظِ ایثار میں اب حسنِ معانی ہوگا

(۶۰)

جس میں قزاق ہیں آباد وہ منزل تم ہو
جس میں پوشیدہ ہے سیلاب وہ ساحل تم ہو
حیدرؑ و شبرؑ و شبیرؑ کے قاتل تم ہو
موت سے ہم کو ڈراتے ہو تو بزدل تم ہو
نصرتِ دینِ پیمبرؐ میں بہم چلتے ہیں
موت تھک جاتی ہے جس راہ پہ، ہم چلتے ہیں

(۶۱)

قیمت جانِ نبیؐ ، نفسِ خدا سے پوچھو
لذتِ ذوقِ رضا ، اہلِ رضا سے پوچھو
حق کی تسبیح ، شہیدانِ وفا سے پوچھو
آخری سجدہ شہِ کرب و بلا سے پوچھو
یوں بسر ہجرت و عاشور کی راتیں کی ہیں
آمنے سامنے اللہ سے باتیں کی ہیں

(۶۲)

سن کے زینبؑ کا بیاں رو دیئے کوفے والے
جیسے ہی ٹھیس لگی پھوٹ گئے سب چھالے
تھا کہیں ماتم و فریاد کہیں تھے نالے
پڑ گئے سلطنتِ کوفہ و رے کے لالے
شعلہ افشاں ہوئی تقریر ستمگاروں میں
صبر کی تیغ چلی کوفہ کے بازاروں میں

(۶۳)

صبر کی تیغ سرِ اہلِ ستم پر ہے رواں
ذوالفقارِ اسد اللہ کا جوہر ہے عیاں
چال کہتی ہے نہیں مجھ سے سوا برقِ تپاں
آب کہتی ہے کہ اب مشکِ سکینہ ہے کہاں
آئیں عباس نگاہوں سے روانی دیکھیں
جو ضمیروں سے ابلتا ہے وہ پانی دیکھیں

(۶۴)

اہلِ کد پیٹ کے سر منزلِ کد سے بھاگے
توبہ کرتے ہوئے میدانِ حسد سے بھاگے
منھ چھپاتے ہوئے شمشیر کی زد سے بھاگے
جیسے پرچھائیں کڑی دھوپ میں قد سے بھاگے
شکر کی حد میں رہے صبر کی حد تک مارے
ایسی تلوار کہ مارے تو ابد تک مارے

(۶۵)

جلوہ ایسا کہ جسے ماہِ منور کہئے
حسن ایسا کہ جسے حسنِ پیمبرؐ کہئے
دھار ایسی کہ جسے مرضیٔ داور کہئے
ضرب ایسی کہ جسے ضربتِ حیدرؑ کہئے
ظلم و بیداد کے چہرے کی نقابیں کاٹے
ایسی تلوار کی گیتی کی طنابیں کاٹے

(۶۶)

پیاس میں جلتی ہوئی آہ سے ملتی جلتی
عزم میں سرورِ ذیجاہ سے ملتی جلتی
صبر میں صبرِ دلِ شاہ سے ملتی جلتی
کاٹ میں تیغِ ید اللہ سے ملتی جلتی
ایسی تلوار کہ سفاک کوئی راس نہیں
قتل کر ڈالا مگر ضرب کا احساس نہیں

(۶۷)

ایسا دم خم کہ کوئی تیغ نہ ہمسر نکلے
ایسی ہیبت کہ برابر سے نہ لشکر نکلے
ایسی بے باک کہ فوجوں کو کچل کر نکلے
ایسی خود دار ، غنی نکلے تونگر نکلے
ایسا جوہر کہ جواہر کو بھی کمتر کہئے
ایسا پانی کہ چھلکتا ہوا کوثر کہئے

(۶۸)

صبر کی سان پہ رکھتی ہوئی تسلیم کی دھار
جو نظر آتی نہیں ، ایسی چلی ہے تلوار
دخترِ حیدرِؑ صفدر ہے جری و کرار
ہر طرف شہر میں یوں گونج رہی ہے جھنکار
زیرِ افلاک ، فغاں گونج رہی ہو جیسے
بند گنبد میں اذاں گونج رہی ہو جیسے

(۶۹)

صبر کی تیغ کو بے پردہ نہ دیکھا ہوگا
روئے شمشیر کو پژمردہ نہ دیکھا ہوگا
عرصۂ رزم میں افسردہ نہ دیکھا ہوگا
صاحبِ تیغ کو آزردہ نہ دیکھا ہوگا
صبر کی تیغ ہے مستور اثر کی صورت
آنکھ نے دیکھی نہیں تارِ نظر کی صورت

(۷۰)

باحیا ایسی کہ ہرگز نہ کھلے سر نکلے
نکلے تو اوڑھ کے تطہیر کی چادر نکلے
نصرتِ حق میں اگر میان سے باہر نکلے
کوئی بھی دشمنِ اسلام نہ بچ کر نکلے
اس کا ہر وار ہے نادیدہ زمانے کی طرح
اس کا ہر زخم ہے پوشیدہ خزانے کی طرح

(۷۱)

تیغ چلتی ہوئی ہر راہ میں ہر منزل پر
زخم لگتے ہوئے شبیرؑ کے ہر قاتل پر
کیفیت رقص کی چھائی ہوئی ہر بسمل پر
صف شکن بیٹھا ہوا ناقۂ بے محمل پر
حملہ عباسؑ کی صورت کبھی سرورؑ کی طرح
پورے لشکر کو کچل ڈالا ہے حیدرؑ کی طرح

(۷۲)

خشک پتوں کی طرح اہلِ غضب پیاسے ہیں
اہلِ کیں اہلِ ستم اہلِ طلب پیاسے ہیں
خونِ سرورؑ کے جو پیاسے تھے وہ اب پیاسے ہیں
عام پانی ہے مگر کوفہ میں سب پیاسے ہیں
صبر میں ڈوبی ہوئی تیغ ابھر کر نکلی
پیاسے بچوں کے لئے مشک کو بھر کر نکلی

(۷۳)

یہ نئی جنگ ہے اس جنگ کا منظر ہے نیا
اس لڑائی کا علمدارِ دلاور ہے نیا
حق کا غازی ہے نیا تیغ کا جوہر ہے نیا
پنجۂ صبر نیا قلعۂ خیبر ہے نیا
تیغ کی گونج سے سوئے ہوئے دل جاگ گئے
جنگِ صفین کے بھاگے ہوئے پھر بھاگ گئے

(۷۴)

ہے رسن بستہ مگر بنتِ ولی ہے زینبؑ
خانۂ شیرِ الٰہی میں پلی ہے زینبؑ
صبر کی جنگ کا عنوانِ جلی ہے زینبؑ
آج کوفہ میں حسینؑ ابنِ علیؑ ہے زینبؑ
آئینہ بندیٔ تقدیر نظر آتی ہے
ہر طرف صورتِ شبیرؑ نظر آتی ہے

(۷۵)

پھر نہ ہوجائے سحر ظلمتِ شب ڈرتی ہے
تیرگی اور سوا ہوتی ہے جب ڈرتی ہے
ظلم بڑھ جاتا ہے جب فوجِ غضب ڈرتی ہے
شام کی سلطنت اس جنگ سے اب ڈرتی ہے
نور کے پردے میں زینبؑ کی عماری آئی
وقت کی قید میں سورج کی سواری آئی

(۷۶)

اُس طرف مدِ مقابل ہے عدوئے ایماں
اِس طرف پا بہ رسن دخترِ مولائے جہاں
طنز کے سر کئے جب دشمنِ دیں نے پیکاں
کھینچ لی دیں کے نگہباں نے بھی شمشیرِ گراں
صبر کی تیغِ رواں تول رہی ہے زینبؑ
آج حیدرؑ کی طرح بول رہی ہے زینبؑ

(۷۷)

جیسے نمرود کو اللہ نے طاقت دی تھی
جیسے فرعون کو دنیا کی حکومت دی تھی
جیسے شداد کو اس خاک پہ جنت دی تھی
جیسے گنجینۂ قارون کو دولت دی تھی
قصۂ ظلم کا انجام بہت دور نہیں
دھوپ کہتی ہے کہ اب شام بہت دور نہیں

(۷۸)

یہ مشیت ہے، تجھے ظلم کی مہلت دی ہے
ہم کو اللہ نے برداشت کی طاقت دی ہے
تیری جاگی ہوئی آنکھوں کو بھی غفلت دی ہے
ہم کو بینائی عطا کی ہے بصیرت دی ہے
میرا نانا تھا، یہ احسان کیا تھا جس نے
باپ کو تیرے مسلمان کیا تھا جس نے

(۷۹)

پھر موذن یہ پکارا کہ محمدؐ ہیں رسولؐ
یہ محمدؐ ہے وہی جن کی رگِ جاں ہے بتولؑ
کس نے توڑے ہیں بتا، دینِ محمدؐ کے اصول
کون ہے خارِ چمن کون ہے اس باغ کا پھول
حشر تک ظالم و مظلوم کا چرچا ہوگا
جو بھی ہے قاتلِ شبیرؑ وہ رسوا ہوگا

(۸۰)

ایک سناٹا ہے دربار میں خاموش ہیں لوگ
صبر کی تیغ کے مضروب ہیں، بے ہوش ہیں لوگ
ہاتھ سے منھ کو چھپا رکھا ہے روپوش ہیں لوگ
نالۂ غم یہ پکارا کہ گراں گوش ہیں لوگ
دُرّۂ شمرِ لعیں پشت و کمر تک آیا
آہ کے ساتھ لہو دیدۂ تر تک آیا

(۸۱)

بولیں زینبؑ کہ ڈراتے ہیں ہمیں مار کے لوگ
ظلم سے دبتے نہیں حلقۂ ایثار کے لوگ
اور بھی ظلم کریں شہرِ جفا کار کے لوگ
موت سے ڈرتے نہیں عترتِ اطہارؑ لے لوگ
سامنے بھائی کا یہ سر ہے اسی سر کی قسم
ہم ظفریاب ہیں ہر جنبشِ خنجر کی قسم

(۸۲)

گریۂ زینبؑ مضطر سے عدو کانپ گئے
سچ کی آواز سنی اہلِ غلو کانپ گئے
جن کے پیکر میں تھا باطل کا لہو، کانپ گئے
نشہ ٹوٹا تو پرستارِ سبو کانپ گئے
سب نے محسوس کیا آہِ شرربار چلی
اک نئی جنگ چھڑی اک نئی تلوار چلی

(۸۳)

ایسی تلوار جسے تیغِ خدا کہتے ہیں
ایسی تلوار جسے قبلہ نما کہتے ہیں
ایسی تلوار جسے حرفِ دعا کہتے ہیں
ایسی تلوار جسے قدر و قضا کہتے ہیں
کوفہ و شام کے گھر گھر میں لڑائی ہوگی
ایسی تلوار کہ نسلوں کی صفائی ہوگی

(۸۴)

ایسی تلوار کہ آندھی بھی ہے سیلاب بھی ہے
ایسی تلوار کہ مضطر بھی ہے بیتاب بھی ہے
ایسی تلوار کہ انمول بھی نایاب بھی ہے
ایسی تلوار کہ پیاسی بھی ہے سیراب بھی ہے
ایسی تلوار کہ مقتول کو دیدار نہ ہو
زخم لگ جائے مگر خون کی بوچھار نہ ہو

(۸۵)

ایسی تلوار کہ زد قصرِ جفا تک پہنچے
ایسی تلوار کہ لَو شہرِ قضا تک پہنچے
ایسی تلوار کہ ضو بابِ رضا تک پہنچے
ایسی تلوار کہ جھنکار خدا تک پہنچے
ایسی تلوار کہ باطل کی رگِ جاں کاٹے
ہر زمانے میں سرِ دشمنِ ایماں کاٹے

(۸۶)

بوند آنسو کی نہ تھی گرزِ گراں تھی شاید
آہ اک سانس نہ تھی برقِ تپاں تھی شاید
طنز آمیز ہنسی ، شعلہ فشاں تھی شاید
آج زینبؑ کی زباں تیغِ رواں تھی شاید
سینۂ ظلم میں چبھتے ہوئے نشتر جیسے
لفظ یوں لب سے نکلتے ہیں کہ خنجر جیسے

(۸۷)

سوکھے پتے کہ طرح زرد ہوئے ہیں چہرے
میلی مٹی کی طرح گرد ہوئے ہیں چہرے
برف زاروں کی طرح سرد ہوئے ہیں چہرے
بت بنے بیٹھے ہیں بے درد ہوئے ہیں چہرے
سیلِ بیداد کا رخ موڑ رہی ہے زینبؑ
والیٔ شام کا بت توڑ رہی ہے زینبؑ

(۸۸)

جلوۂ دیدۂ سلطانِ امم ہے زینبؑ
ظلمتِ شرک میں قندیلِ حرم ہے زینبؑ
کفر کے سامنے ایماں کا حشم ہے زینبؑ
شام والوں میں محمدؐ کا بھرم ہے زینبؑ
نام اللہ کا لب پر ہے وظیفے کی طرح
دوش کی رحل پہ چہرہ ہے صحیفے کی طرح

(۸۹)

آج غیرت نے لہو صبر کا کھولایا ہے
آج پیشانیٔ خوددار پہ بل آیا ہے
معجزہ تیرگیٔ شام میں دکھلایا ہے
حق کے ڈوبے ہوئے خورشید کو پلٹایا ہے
ہر اندھیرے کو اجالے کی طرف موڑ دیا
بت شکن باپ کی بیٹی نے بھی بت توڑ دیا

(۹۰)

رو بروظلم کے سچ بات کا کہنا ہے جہاد
شر ڈبونے کے لئے خون کا بہنا ہے جہاد
عدل کے واسطے بیداد کا سہنا ہے جہاد
مرگِ باطل کے لئے قید میں رہنا ہے جہاد
خونِ مظلوم ، ستمگر کو فنا کرتا ہے
حوصلہ صبر کی پوشاک ہوا کرتا ہے

(۹۱)

عزمِ زینبؑ سے ہوئی دینِ خدا کی تجدید
شانِ زینبؑ سے ہوئی شانِ نبیؐ کی تائید
صبرِ زینبؑ سے مکمل ہوئی تحریکِ شہید
نامِ زینبؑ سے لرزتے ہیں زمانے کے یزید
جب کسی ظلم کی بستی سے ہوا آتی ہے
کان میں خطبۂ زینبؑ کی صدا آتی ہے

(۹۲)

اپنے بھائی کی وفادار بہن ہے زینبؑ
دیدہ ور ، صاحبِ ایثار بہن ہے زینبؑ
معتمد ، قافلہ سالار بہن ہے زینبؑ
دینِ اسلام کا معیار بہن ہے زینبؑ
صبر اور ظلم کی پیکار میں دم سازِ حسینؑ
گونجتی ہے لبِ ہمشیر سے آوازِ حسینؑ

(۹۳)

جادۂ تیغِ ستمگر سے گذرنے والا
زخم کے سرخ گلابوں سے سنورنے والا
ہر طرف خون کی خوشبو میں بکھرنے والا
حوصلہ دے گیا عاشور کو مرنے والا
شہ نے کھودی تھی لحد اصغرؑ تشنہ کے لئے
قبر ہمشیر نے کھودی ہے سکینہؑ کے لئے

(۹۴)

جس کی چاہت تھی پھوپھی کے لئے بیٹی کی طرح
جس کے مرجانے کا غم چبھتا ہے برچھی کی طرح
جس کے ماتم میں تڑپتی ہے وہ ماہی کی طرح
اشک برساتی ہے برسات کی بدلی کی طرح
قید خانے میں نہ ہمدرد نہ یاور کوئی
ڈالیں میت پہ ، نہیں ایسی بھی چادر کوئی

(۹۵)

اور گریاں ہوئی جب سر کی ردا یاد آئی
اور ماتم کیا جب کرب و بلا یاد آئی
اور سر پیٹا سکینہؑ کی ادا یاد آئی
بالیاں چھیننے والوں کی جفا یاد آئی
گال پر نیلے نشاں دیکھ کے سر تھام لیا
یاد آیا جو طمانچہ تو جگر تھام لیا

(۹۶)

بیکسی قبر بنی صبر نے تربت ڈھانپی
چادرِ طاعت و تسلیم نے میت ڈھانپی
شکر کا دے کے کفن چاندسی صورت ڈھانپی
خاک کے پردے میں شبیرؑ کی دولت ڈھانپی
گریہ کرتے ہیں حرم درد سے دل تنگ نہیں
صبر انسان کا جوہر ہے مگر سنگ نہیں

(۹۷)

آخری دین سے بہتر کوئی پیغام نہیں
ایسی پُر نور سحر جس کی کوئی شام نہیں
جبر کا حق کی ہدایت میں کہیں نام نہیں
قیصری چلتی ہے تلوار سے ، اسلام نہیں
حرفِ تاریخ نہیں صورتِ قرآں دیکھو
کربلا دیکھ چکے شام کا زنداں دیکھو

(۹۸)

کیا ہے اسلام اسے آلِ پیمبرؐ سے سمجھ
پہلے شبیرؑ سے پھر زینبؑ مضطر سے سمجھ
کیا ہے تحریکِ نبیؐ کشتۂ خنجر سے سمجھ
کیا ہے معراجِ بشر دخترِ حیدرؑ سے سمجھ
درسِ تاریخ میں کیا فائدہ ضد یارو
قصرِ سلطانیٔ جمہور ہے مسجد یارو

(۹۹)

اس نئے دور کو سمجھاؤ نبیؐ کا پیغام
مکتبِ علم میں دہراؤ نبیؐ کا پیغام
پیش کرنے میں نہ شرماؤ نبیؐ کا پیغام
شہرِ تحقیق میں لے جاؤ نبیؐ کا پیغام
روحِ تہذیب و ثقافت ہے حسینؑ ابنِ علیؑ
ایک معیارِ شرافت ہے حسینؑ ابنِ علیؑ

(۱۰۰)

تعزیہ خانوں کا منبر ہے فراست کا مقام
دینِ اسلام کی تبلیغ و اشاعت کا مقام
سارے عالم کے لئے درسِ اخوت کا مقام
حسنِ اخلاق کی جا رسمِ محبت کا مقام
نقشِ آخر ہے خطابت کا نبیؐ کی بیٹی
ایک معیار ہے عورت کا علیؑ کی بیٹی

(۱۰۱)

دشمنِ سبطِ پیمبرؐ کو رلا کر آئیں
قصرِ شاہی میں صفِ غم کو بچھا کر آئیں
قید خانہ کو عزا خانہ بنا کر آئیں
کیا ہے اسلام زمانے کو بتا کر آئیں
یوں وطن والوں میں ناموسِ نبیؐ آتے ہیں
جیسے خیبر کی لڑائی سے علیؑ آتے ہیں

(۱۰۲)

تعزیت کے لئے آنے لگے اربابِ وطن
بولیں زینبؑ کہ نہیں تاب بیاں تابِ سخن
اک بیاباں میں لٹا بنتِ پیمبرؐ کا چمن
قتل پیاسا ہوا عاشور کے دن شاہِ زمن
چادریں سر سے چھنیں اہلِ حرم قید ہوئے
قتل صحرا میں بہتّر ہوئے ہم قید ہوئے

(۱۰۳)

پوچھا جب دلبرِ شبرؑ کو ، کہا قتل ہوئے
پوچھا جب عونؑ دلاور کو ، کہا قتل ہوئے
پوچھا جب نوجواں اکبرؑ کو ، کہا قتل ہوئے
پوچھا جب بے زباں اصغرؑ کو ، کہا قتل ہوئے
پوچھا مادر نے مری آس کہاں تھا بی بی
جلدی بتلاؤ کہ عباسؑ کہاں تھا بی بی

(۱۰۴)

بولیں زینبؑ کہ لڑائی میں بڑا نام کیا
نقدِ جاں فوجِ ستمگار کا نیلام کیا
بھائی نے جو بھی کہا بھائی نے وہ کام کیا
ٹھنڈی ٹھنڈی تھی ہوا نہر پہ آرام کیا
کیا کہوں ایسے وفادار کہاں ہوتے ہیں
رات بھر جاگے تھے عاشور کو، اب سوتے ہیں

(۱۰۵)

مرگِ عباسِؑ دلاور کی خبر کو سن کر
شکر کا سجدہ بجا لا کے کہا اے دلبر
تو نے بخشا ہے مجھے میری ریاضت کا ثمر
شکر کرتی ہوں ترا اے بنی ہاشم کے قمر
مرے بیٹے بڑا اعزاز دیا ہے مجھ کو
سرخرو بنتِ پیمبرؐ سے کیا ہے مجھ کو

(۱۰۶)

آئیں صغریٰؑ تو جگر تھام کے مادر روئی
چار آنکھیں نہ ہوئیں سر کو جھکا کر روئی
گریہ فضہؑ نے کیا بنتِ پیمبرؐ روئی
دیکھا گہوارۂ بیشیر تو خواہر روئی
سسکیاں روک کے مشکل سے کہا مادر نے
خود کو اسلام پہ قربان کیا اصغرؑ نے

(۱۰۷)

چپ تھیں کلثومؑ بھی زینبؑ بھی بھلا کیا کہتیں
غم کا قصہ تھا بڑا کہتیں تو کیا کیا کہتیں
واقعہ شاہ کا یا شام کا قصہ کہتیں
گنتی صدموں کی نہ تھی کون سا صدمہ کہتیں
پوچھا صغریٰؑ نے کہاں ہیں مرے بابا کہئے
بولی زینبؑ کہ نہیں تابِ بیاں کیا کہئے

(۱۰۸)

غم ہے وہ غم کہ لہو چشمِ الم روتی ہے
زندگی خون سے رخسارِ وفا دھوتی ہے
مختصر اس طرح رودادِ ستم ہوتی ہے
دشت میں بھائی، تو زنداں میں بہن سوتی ہے
اب نہ ہم شکلِ نبیؐ ہے نہ سکینہؑ صغریٰؑ
انتہا یہ ہے کہ خالی ہوا جھولا صغریٰؑ

(۱۰۹)

سر پہ وارث نہ رہے گود کے پالے نہ رہے
تیرگی رہ گئی آنکھوں میں اجالے نہ رہے
گھر ہے سنسان کہ اکبرؑ سے جیالے نہ رہے
ہائے صغریٰؑ کہ ترے چاہنے والے نہ رہے
خون میں ڈوب گئے حق کے سفینے والے
سو گئے سونے بیاباں میں مدینے والے

(۱۱۰)

سن کے زینبؑ کا بیاں رو دیئے یثرب والے
شدتِ غم نے مسل ڈالے جگر کے چھالے
اٹھ گئے خاک سے خاتونِ جناں کے پالے
جانِ صغریٰؑ کے پڑے دردِ جگر سے لالے
نظمیؔ دل حزیں فریاد و بکا تھی ہر سو
مجلسِ ماتمِ شبیرؑ بپا تھی ہر سو